حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے قلوب جیتنے کے لئے عظیم طاقتیں دی گئیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اگست ۱۹۶۹ء بمقام مسجد احمدیہ گلڈنہ۔مری)

❀❀❀

☆ حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ حسن اخلاق کا معجزہ تھا۔

☆ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا معجزہ حسن سلوک کا معجزہ تھا۔

☆ حسن اخلاق اور حسن سلوک کے جلوے ہماری زندگیوں میں نظر آنے چاہئیں۔

☆ حسن تدبیر سے غلبۂ اسلام کی اہم ذمہ داری کو آئندہ نسلوں پر منتقل کریں۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

میں پچھلے چند خطبات سے اسلامی اقتصادیات پر جو مضمون بیان کرتا چلا آ رہا ہوں اس کا بقیہ حصہ انشاء اللہ ربوہ میں یا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کراچی میں بیان کروں گا۔ اس وقت میں ایک دوسرے اہم مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اس طرف پھیری ہے اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت میں اس مضمون کو وضاحت سے بیان کر دیا جائے اور عملی رنگ میں اب اس عظیم مہم کے لئے تیاری شروع کر دی جائے جس کا وقت ہم سے تقاضہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ وہ اسلام کے تنزل کے بعد اسے دوبارہ ساری دنیا میں غالب کرنے کے سامان پیدا کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے یہ زمانہ شروع ہو چکا ہے اور اس کا ایک ابتدائی دور گزرنے کے بعد ہم ایک دوسرے مگر نہایت اہم دور میں داخل ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ احباب کو علم ہے۔ دو سال ہوئے میں نے یورپ کے سفر کے دوران مغربی اقوام کو یہ تنبیہہ کی تھی کہ اگر وہ اپنے پیدا کرنے والے ربّ کی طرف رجوع نہیں کریں گے اس سے ایک زندہ تعلق قائم نہیں کریں گے تو ان کی تباہی کا زمانہ باوجود ان کی تہذیب کے عروج پر ہونے کے بالکل قریب ہے۔ ان کا ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں گر جانا یقینی ہے لیکن ان اقوام کو صرف متنبہ کر دینا کافی نہیں۔ اس کے مقابلہ میں آج جو ذمہ داری جماعت احمدیہ پر عائد ہوتی ہے اس کو سمجھنا اور پہچاننا اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا از بس ضروری ہے۔ ورنہ ہم اسلام کا وہ انقلاب عظیم دنیا میں بپا نہیں کر سکتے جس کی ہمیں بشارت دی گئی ہے اور جس کی ہم خواہش اور توقع رکھتے ہیں۔ یہ انقلابِ عظیم جسموں کو ہلاک کرنے یا جسمانی طور پر انسان کو اسیر بنا لینے یا ذہنی طور پر اسے غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے سے رونما نہیں ہوگا

بلکہ اس کے لئے ہمیں انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنا ہوگا۔

آپ تاریخ اسلامی پر غور کریں آپ دیکھیں گے کہ قرون اُولیٰ میں اسلام کو اپنے زمانے کے لحاظ سے تمام اقوام اور تمام ممالک پر غلبہ حاصل ہوا پہلی تین صدیوں کے بعد اگرچہ اسلام کا دَورِ تنزل شروع ہو گیا تھا لیکن اس تنزل کے پہلو بہ پہلو مختلف علاقوں میں ہمیں اسلام کی ترقی کا زمانہ بھی نظر آتا ہے اور اس دورِ تنزل میں بھی اسلام کے حسن و احسان کے جلووں کی جھلک نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اسلام کے تنزل کے دور میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر قُربِ الٰہی کے دروازے اس کثرت سے کھلے ہوئے تھے کہ مقربین ایک سمندر کی طرح نظر آتے تھے گو اس وقت اسلام اپنے ابتدائی دور کے عروج کے مقابلہ میں تنزل کا شکار تھا لیکن پھر بھی غیر اقوام یا غیر مذاہب کے زمانے اسلام کے اس دورِ تنزل سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اب پھر اسلام کے عروج کا زمانہ آ رہا ہے۔ یعنی اب پھر قربانی دینے کا، عقل کو خدا تعالیٰ کے لئے استعمال کرنے کا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لئے اپنی قوتوں اور استعدادوں کے خرچ کرنے کا زمانہ لوٹ آیا ہے۔ اسلام جب اپنے ابتدائی دور میں ساری دنیا پر غالب آ گیا تھا اس زمانہ کی تاریخ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں صرف یہی نظر نہیں آتا کہ مناظرے ہو رہے ہیں بحثیں ہو رہی ہیں علمی اور عقلی دلائل دیئے جا رہے ہیں جن سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے بلکہ اس کے ساتھ اور اس سے بڑھ کر اور اس سے کہیں زیادہ اسلام کی دو اَور زبردست قوتیں دو حسین طاقتیں دنیا میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ اسلام درحقیقت انہی دو طاقتوں کے نتیجہ میں دنیا میں غالب آیا تھا آج بھی ان دو طاقتوں کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے آپ کی محبت اور پیار میں سرشار ہو کر آپ کی اتباع کرنا انسان پر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے قرب کے دروازے کھول دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کے دلوں کو جیتنے اور اپنی طرف مائل کرنے کیلئے جو دو عظیم طاقتیں عطا کی گئی تھیں ان میں سے ایک تو حسن اخلاق کی طاقت ہے اور دوسری حسن معاملہ یا حسن سلوک کی گو یہ دو الگ الگ فقرے ہیں لیکن دراصل یہ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کے معجزے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ عربی میں ’’عَظِیْمٍ‘‘ کے لفظ کے استعمال کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کیلئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہ اپنی نوع میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مثلاً یہاں مری میں چیل کے درخت بہت ہیں۔ کسی چیل کے درخت کے متعلق یہ کہنا کہ یہ چیل کا عظیم درخت ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس علاقے میں اتنا بڑا چیل کا درخت اور کوئی نہیں یعنی اپنی نوع میں جس کو سب سے زیادہ عظمت حاصل ہو وہ عظیم کہلاتا ہے۔ کسی کو محض عظمت کا حاصل ہو جانا اسے عظیم نہیں بنا دیتا بلکہ جس آدمی کو سب سے زیادہ عظمت حاصل ہو وہ عربی زبان کے لحاظ سے عظیم کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے (اور درحقیقت دنیا کو بتانے کیلئے) فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ اے رسول! تجھے خُلقِ عظیم کا ایسا عظیم الشان معجزہ دیا گیا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی نبی کو اس رنگ میں اس عظمت وشان کا معجزہ عطا نہیں ہوا اس کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کے دل تیری طرف مائل ہوں گے۔ لوگ تجھ سے تعلق محبت قائم کریں گے وہ تیرے طفیل اپنے زندہ خدا سے زندہ تعلق قائم کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بہت سے روحانی معجزات عطا فرمائے تھے ان میں سے آپ کا سب سے بڑا معجزہ حسن اخلاق کا معجزہ تھا آپ کے اس اخلاقی معجزہ نے دنیا کے دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور انہیں غفلت کے پردوں سے باہر نکالا۔

آپ کا دوسرا معجزہ جو دراصل اس اخلاقی معجزہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا ہے وہ حسن معاملہ یا حسن سلوک کا معجزہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم کے اس فقرہ میں فرمایا کہ اے رسول! تجھے ہم نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ ساری دنیا یعنی پوری انسانیت کے لئے، قطع نظر اس کے کہ ان کے رنگ سفید ہیں یا گندمی سرخی مائل ہیں یا سیاہ قطع نظر اس کے کہ وہ چھوٹے قد کی قومیں ہیں یا لمبے قد کی۔ قطع نظر اس کے کہ وہ امیر ہیں یا غریب۔ قطع نظر اس کے کہ وہ تعلیم یافتہ ہیں یا جاہل اور تعلیم کی نعمتوں سے محروم ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان کی طاقتوں اور قوتوں کی صحیح طور پر نشوونما ہوئی ہے یا غلط طور پر ہوئی

ہے۔ہم نے ہر ایک انسان کے لئے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو زبردست ہتھیار عطا کئے گئے تھے ایک تو اخلاق ایسے کہ کسی آنکھ نے کسی اور میں ان کا مظاہرہ نہ دیکھا۔ دوسرے معاملہ ایسا کہ انسانیت اپنے کمال پر پہنچ کر بھی اس قسم کے حسن معاملہ یا حسن سلوک کا مظاہرہ نہیں کر سکتی۔ آپ انسانی اخلاق کا بہترین نچوڑ اور مرکزی نقطہ تھے۔اوّلین اور آخرین کے لئے برکات کا موجب تھے بنی نوع انسان کے لئے رحمتوں کا سرچشمہ تھے۔میں نے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بتایا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اوّلین کے لئے موجب برکت و رحمت تھی اور آخرین کے لئے بھی موجب برکت ورحمت ہے۔

لیکن اگر ہم اس پہلو سے دیکھیں کہ ہم پر تو ذمہ داری آج کے انسان کی ہے۔ہم پر تو یہ ذمہ واری آنے والے انسان یعنی اگلی نسلوں کی ہے۔ہم نے ان انسانوں کی گردنیں کاٹ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ان کے سروں کے مینار نہیں کھڑے کرنے ہیں ہم اس کے لئے نہ تو پیدا ہوئے ہیں اور نہ ہی ہمیں اس کا حکم ہے بہت سے بادشاہوں کا دستور رہا ہے اور اس کو اُنہوں نے بڑے فخر سے بیان بھی کیا ہے کہ ہم نے فلاں لڑائی میں لوگوں کے اتنے سر قلم کئے اور پھر ان کا ایک مینار بنا دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے کہ انسان کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں لا رکھا جائے بلکہ آپ کی بعثت کی غرض تو یہ تھی کہ آپ کے فیوض کے نتیجہ میں انسان کے دل کی تاریکیاں اور ظلمتیں دور ہو جائیں انسان کا دل آپ کے نور نبوت سے معمور ہو جائے۔ اس محسن اعظم کی محبت اس رنگ میں موجزن ہو کہ انسان اس زندہ خدا سے تعلق قائم کرنے پر مجبور ہو جائے جس زندہ خدا کی رحمتوں اور فضلوں کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بلند مقام عطا ہوا۔

غرض یہ دو بڑے روحانی ہتھیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے۔آگے ان دو بڑے فیوض کی بے شمار نہریں ہیں جن سے پہلے بھی سیراب ہوئے اور پیچھے آنے والے بھی سیراب ہوتے چلے جائیں گے یہ نہریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاب طیبہ کے مرکزی نقطہ سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گئیں۔ یہ دو بڑی نہریں حسن اخلاق اور حسن سلوک کی نہریں ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی میں حق وصداقت پر مضبوطی سے قائم رہنے کا جو جلوہ نظر آتا ہے صرف یہی ہمارے لئے اُسوہ نہیں ہے بلکہ آپ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں خلق کے ہر پہلو میں اور حسن معاملہ کی ہر شق میں دنیا کے لئے کامل

نمونہ تھے البتہ یہ دو بڑی صفات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دنیا کو دی گئی تھیں ان میں ہمارے لئے بہت بڑا نمونہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جس مقصد کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو بڑی اور بنیادی صفات کی پیروی اور آپ کا ظل بننے کی کوشش کریں تا کہ ہمارے ذریعہ سے آپ کے روحانی فیوض دنیا میں جاری ہوں۔ اس وقت ان دو اخلاقی ہتھیاروں کے استعمال کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے کیونکہ دنیا کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو حسن معاملہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ انہیں ان کے حقوق نہیں مل رہے آج انسانیت ایسے چوراہے پر کھڑی ہے کہ اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اسے کماحقہٗ نباہنے کی کوشش کریں تو آپ انسانیت کو اس راہ پر لا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف لے جانے والی ہے اور اسے اس راہ پر سے پرے ہٹا سکتے ہیں جو آج دہریت کی طرف، جو آج بداخلاقی کی طرف، جو آج ناانصافی کی طرف، جو آج انسانیت کی بدترین دشمنی کی طرف لے جا رہی ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر ایک کو نظر آ رہی ہے اور ایک ایسی بات ہے جو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اس لئے آج یہ سوال بڑی شدت کے ساتھ ہمارے سامنے آتا ہے کہ کیا ہم بنی نوع انسان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور لے جانے والی راہ پر چلنے دیں گے یا ان کے دل جیت کر انہیں اس شاہراہ پر گامزن کر دیں گے جو سیدھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ربّ کی طرف لے جانے والی ہے۔

پس ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے جماعت احمدیہ کی یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے کیونکہ جماعت میں داخل ہونے کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ انسانیت کے دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ربّ کے لئے جیت لئے جائیں آپ میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ آپ تباہی کے گڑھے کے کنارے کھڑی انسانیت کو تباہی سے دوچار ہونے سے بچانے کی کوشش کریں اور آپ کی یہ کوشش صرف عقلی دلائل سے کامیابی کا منہ ہرگز نہیں دیکھ سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کا دماغ کچھ ایسا بنایا ہے کہ وہ ایک سچی دلیل کے مقابلہ میں ایک سوفسطائی دلیل گھڑ لیتا ہے اور انسانی دل اس پر تسلی پا جاتا ہے۔ ہم اس کو حماقت کہہ سکتے ہیں یا جو مرضی آئے کہہ سکتے مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ بسا اوقات ہم کسی کو اس عقلی دلیل کے ذریعہ سے اُسے تباہی سے بچا نہیں سکتے لیکن جب وہ انسان جو اب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور ہیں اور آپ کے خلق عظیم سے بے بہرہ ہیں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق

اورحسن سلوک کے جلوے بطور ظل کے ہماری زندگیوں میں نظر آنے لگ جائیں گے تو پھر وہ کسی اور حسن پر فریفتہ ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ دنیوی حسن خواہ کسی رنگ کا ہو مثلاً پھول کا حسن ہے اچھی زبان کا بھی ایک حسن ہے ہر خوبصورت چیز انسان کا دل موہ لیتی ہے اور انسانی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تاہم یہ سارے دنیوی حسن نسبتی ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں یہ جو دو حسن پائے جاتے ہیں یہ حقیقی ہیں اگر کسی کو حقیقی چیز مل جائے تو وہ نسبتی چیز کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا کیونکہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ اگر اس کے سامنے حسن اخلاق اور حسن سلوک کے نمونے پیش کئے جائیں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ اور عاشق بن جائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق محبت قائم ہو جانے سے اللہ تعالیٰ کا پیار اسے حاصل ہو جائے لیکن ہم اس بھولی بھٹکی انسانیت کو تباہی سے بچانے میں صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ ہماری زندگیاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیض سے مستفیض اور آپ کے حسن اخلاق اور حسن سلوک کے رنگ میں رنگین ہوں۔ اگر خدانخواستہ ہم اس میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر انسانیت کے لئے ہلاکت یقینی ہے وہ اس سے بچ نہیں سکتی۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ساری انسانیت کے بچاؤ اور حفاظت کی ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے اگر کوئی انہیں ہلاکت سے بچا سکتا ہے تو وہ آپ ہی ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور رحمۃ اللعالمین کے جلوے آپ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ دو حسن ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر انسانی دل ان سے متاثر اور ان کی طرف مائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پس یہ ہماری دو بنیادی ذمہ داریاں ہیں آج تو میں نے اس کی تمہید ہی بیان کی ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو اس کی تفصیل میں مجھے آٹھ دس خطبے دینے پڑیں کیونکہ جماعت میں جو زیادہ پڑھے لکھے نیز جو کم تعلیم یافتہ ہیں ہر ایک کو مدنظر رکھ کر بتانا پڑے گا ویسے ہماری جماعت میں اس معنی میں تو شائد ہی کوئی کم پڑھا لکھا ہو جس معنی میں یہ فقرہ عموماً استعمال کیا جاتا ہے بہرحال ہماری جماعت اپنے علم کے لحاظ سے، اپنی استعداد کے لحاظ سے مختلف لوگوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو سمجھانا ضروری ہے ہر ایک کو اس کی ذمہ واری کا احساس دلانا لازمی ہے۔ ہر ایک کو یہ بات ذہن نشین کرانی ہے کہ انسانیت اس وقت خطرے میں ہے اور صرف وہی اس کو تباہی سے بچا سکتے ہیں اس لئے اپنی زندگی کو

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کے جلوؤں سے منور بنائیں تا کہ لوگ آپ کی زندگی میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی چمک دیکھ سکیں۔ اگر آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق، اگر آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک کے جلوے اپنی زندگی میں اپنے عمل سے غیر کو دکھا نہیں سکتے تو پھر یہ دعویٰ غلط ہے کہ انسانیت کو ہلاکت سے محفوظ رکھنے کا فرض ہم پر عائد کیا گیا ہے اگر ہمیں یہ اہم کام سونپا گیا ہے تو پھر ہمارے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ ہم ان دو روشنیوں، ان دو چمکوں اوران دو حسنوں کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے دلوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ربّ کے لئے جیت لیں۔ اگر ہم حقیقی معنوں میں کوشش کریں اپنی زندگیوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کے نور سے منور کر لیں اور ہماری زندگیوں میں آپ کے حسن سلوک کی جھلک نظر آنے لگے تو کوئی وجہ نہیں کہ آج کا انسان ہم سے پرے ہٹے اور ہماری طرف دوڑا ہوا نہ آئے۔ ہمارے گلے سے آ کر لپٹ نہ جائے ہمارا ممنون احسان نہ بن جائے اور وہ برملا اعتراف نہ کرنے لگے کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ہمیں وہ نور دکھایا جس نے ہمارے سارے اندھیروں کو دور کر دیا اور تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس مبارک چہرہ سے جو ہر پہلو سے، ہر زاویہ سے اللہ تعالیٰ کا سراپا نور تھا اس سے ہمیں متعارف کرا دیا اور اللہ تعالیٰ جو ایک زندہ طاقت اور ایک زندہ وجود ہے اور جو حی و قیوم ہے اس کے ساتھ ہمارا زندہ تعلق قائم کر دیا کیونکہ اس کے باہر تو محض لفاظی ہے۔ بقاء اور قیام نہیں۔ اگر حی خدا کے ساتھ ہمارا تعلق نہیں تو ہماری زندگی کوئی زندگی نہیں اور اگر قیوم خدا کے ساتھ ہمارا تعلق نہیں تو ہماری بقاء کوئی بقاء نہیں اور حی و قیوم خدا کے ساتھ تعلق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسانی زندگی میں یہ دو عظیم خلق دو طرفہ طور پر جلوہ گر ہوں اس طرح ایک حسن کا ہالہ اور ایک نور کا ہالہ انسان کے دل کے گرد آ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں کسی ظلمت اور کسی اندھیرے کا اس ہالہ میں سے گزر کر اس کے دل تک پہنچنا ممکن ہی نہیں رہتا۔

پس گم کردہ راہِ انسان کو بچانے اور سیدھے راستے پر لانے کی یہی ایک تدبیر ہے ورنہ قریب ہے کہ وہ ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے۔ اس کو ہلاکت سے بچانے کی ذمہ واری ہم پر عائد ہوتی ہے اور اس ذمہ داری کی بجا آوری کیلئے ہمیں نسلاً بعد نسلٍ قربانیاں دینی پڑیں گی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ وعدہ ہے کہ تین صدیوں کے اندر اندر اسلام تمام دنیا پر غالب ہو جائے گا اسلام کو دنیا پر کامل غلبہ بخشنے کے لئے ہی آپ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ جب تین صدیوں کے اندر اندر کہا گیا

ہے تو تین صدیاں پوری نہیں ہوں کہ اسلام کو تمام دنیا پر کامل غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ ۵۰، ۶۰ یا ۷۰ سال اُدھر سے کم ہو جائیں اور فرمایا ۹۰ سال ہی ادھر سے گذر چکے ہیں اس لحاظ سے ان تین سَو سالوں میں سے نصف زمانہ گزر چکا ہے۔ آگے ہماری تین چار یا پانچ نسلیں ہوں گی جن پر یہ ذمہ داری پڑے گی۔ پس حسن تدبیر سے اس اہم ذمہ داری کو آئندہ نسلوں پر منتقل کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

میں نے آج مختصراً دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے وہ عظیم انقلاب جو اسلام کے حق میں مقدر ہے اس کا وقت آ چکا ہے۔ اس اسباب کی دنیا میں جو بھی انقلابات رونما ہوتے ہیں خواہ وہ جسمانی ہوں یا سیاسی اور خواہ وہ روحانی انقلاب ہوں اسباب ہی کے ذریعہ سے بپا ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے اس عظیم روحانی انقلاب کو رونما کرنے کیلئے ہمارے لئے یہ بڑا ہی ضروری ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنوں اور غیروں سب کے ساتھ جو حسن اخلاق اور حسن سلوک نظر آتا ہے وہ حسن اپنے اندر پیدا کریں تا کہ ہم انسانیت کے دل عملاً جیت سکیں اور ہم یہ دل جیت کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا رکھیں اور عرض کریں کہ اے ہمارے پیارے آقا! ہم نے نوعِ انسانی کے دل آپ کے لئے جیت لئے ہیں۔ اب یہ تحفہ قبول فرما کر اسے اپنے ربّ رحیم کے حضور پیش فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور پھر ان کو نباہنے کی کما حقہ، توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ راگست ۱۹۶۹ء صفحہ ۳ تا ۵)

☆......☆......☆